سلسلہ نمبر ۱۰

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

قرآن کا پیغام .... "امنِ عالم"

﴿ نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد !

قرآنِ حکیم درس وحکمت کا لامتناہی خزانہ اور اصول واصلاحات کا بحر بیکراں ہے۔ کلام الٰہی ہے ہر ملک وملت ہر علاقہ وزبان والوں کے لیے، ہمیشہ قابلِ عمل رہنے والا دستور ہے، نور اور کتاب مبین ہے، ارشاد ربانی ہے :

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ (سورۂ مائدہ)

"یقیناً ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری"

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ. اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (سورۂ ابراھیم)

"یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری تمہاری طرف کہ تم لوگوں کو اندھیرے سے اُجالے کی طرف ان کے رب کے حکم سے نکالو اُس زبردست اور خوبیوں والے اللہ کے راستہ پر کہ اُسی

کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں''۔

قرآنِ پاک نے امنِ عالم کے لیے دُنیا کو کیا پیام دیا؟ یہی میرا موضوع ہے۔ اگر اس پر شرح و بسط سے بحث کی جائے تو کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور لکھی جا چکی ہیں لیکن مجھے صرف ایک مضمون پیش کرنا ہے گویا صرف اس پہلو سے روشناس کرانا ہے۔

آپ اگر غور کریں تو معاملات کا تعلق یا جان سے ہوگا یا مال سے یا آبرو سے، قرآن کریم نے ان تینوں کو محفوظ فرما دیا ہے۔

اتلافِ نفس کے بارے میں یہ چند اُمور پیش نظر رکھنے ضروری ہیں :

(۱) حیات ایک انعام خداوندی ہے۔

(۲) جان ڈالنا خدا کا کام ہے۔

(۳) اس لیے جان وہی لے گا۔

(۴) یا اس کے حکم و اجازت سے جان لینی جائز ہوگی کیونکہ وہ ہی مالک ہے۔

کتبِ فقہ میں چڑیوں کا شوقیہ شکار کرنا اور یوں ہی ضائع کر دینا کہ نہ خود کھائیں نہ دوسروں کو کھلائیں ممنوع قرار دیا گیا ہے، چہ جائیکہ کسی عاقل کی جان بے وجہ لینا، بلکہ انسان کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی بھی جان تلف کر سکے۔ کما قال الرازیؒ فی تفسیر قول اللہ تعالیٰ

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا. (سورۂ نساء)

''اپنے آپ کو مت مارو یقیناً اللہ تم پر بہت مہربان ہے''۔

اسلام میں یہ بھی حق نہیں کہ کسی کافر کو بھی جو کسی معاہدہ کے تحت ہمارے ملک میں آیا ہو یا یہاں کا باشندہ ہو جسے ہم نے رہنے کا حق اور امان دی ہو مار سکے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے :

وَکَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ

''اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان''۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ (سورۂ بنی اسرائیل)

''اور جس جان کو اللہ نے منع کر دیا ہے اُسے مت مارو سوائے اِس کے کہ حق ہو''

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا (سورہ بنی اسرائیل)

''اور جو ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اُس کے وارث کو زور عطا کیا ہے''۔

یہ بھی حق نہیں کہ اگر کسی کافر حکومت کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا گیا ہو تو اُسے ایفاء نہ کیا جائے، ارشاد ہوا :

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل)

''اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کی پوچھ ہوگی''۔

غرض کافر کی بھی جانی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہوگا گویا حکومت اسلامیہ میں بچہ ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، مسلمان ہو یا کافر ذمی، سب کے سب نہایت امن و راحت کی زندگی بسر کریں گے اور اُن کی جان مذکورہ نصوصِ قرآنیہ کے تحت محفوظ ہوگی۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ پاکستان اور ہر مسلم حکومت میں کافر امن و سلامتی کی زندگی گزارتے ہیں، ہندوستان کی طرح نہیں جہاں آئے دن مذہبی فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ارشادِ ربانی مشعل راہ ہے :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا (سورۂ مائدہ)

''اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو''۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ . (سورۂ بقرہ)

''خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور کسی پر زیادتی مت کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

غرض ظلماً قتل کی جملہ صورتیں حرام اور ممنوع قرار دی گئیں اور قوتِ حاکمہ کو قصاص دلانے کا مکلّف قرار دیا گیا۔

اسی طرح آپس میں لڑ بھڑ کر ہاتھ پاؤں توڑنے کی سزا بھی مقرر کی گئی اور اس پر بھی سزا و انتقام دلانے کا قوت حاکمہ کو مکلّف قرار دیا گیا، یہی حکم پچھلی اُمتوں سے چلا آرہا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ.(سورۂ مائدہ)

''اور ہم نے اُن پر اس کتاب میں لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلا اُن کے برابر (لیا جائے گا) پھر جس نے معاف کردیا تو وہ گناہ سے پاک ہوگیا اور جو لوگ اللہ کے اُتارے ہوئے حکم کے موافق حکم نہ کریں تو وہ ظالم ہیں''۔

جرمِ قتل کی ہولناکی اور آخرت کی سزا متعدد آیات میں بیان فرمائی گئی :

سورۂ مائدہ کی آیت کے اس حصہ میں فرمایا گیا ہے :

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا .(سورۂ مائدہ)

''جو کوئی ایک جان کو بغیر جان کے بدلہ کے یا ملک میں فساد کے بغیر قتل کرے تو گویا اُس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کردیا''۔

پانچویں پارہ سورہ نساء میں ارشاد ہے :

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً

''اور مسلمان کو قتل کرنا مسلمان کا کام نہیں مگر غلطی سے''۔

پھر ارشاد فرمایا :

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُ ہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّلَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا.(سورۂ نساء)

''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُس کی سزا دوزخ ہے۔ اس میں پڑا رہے گا اس پر اللہ کا غضب ہوا اُس کو لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا''۔ (والعیاذ باللہ)

اگر قصاص نہ رکھا جائے تو امنِ عالم درہم برہم ہوجائے اور قاتل یکے بعد دیگرے قتل کرتا جائے ، اس لیے ارشاد ہوا :

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ (سورۂ بقرہ)

''اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے''

حضراتِ مفسرین نے کلامِ الٰہی کی خوبیاں نہایت مختصر مگر جامع طور پر اس طرح بیان فرمائی ہیں کہ پہلے اہلِ عرب محاورۃً کہا کرتے تھے اَلْقَتْلُ اَنْفٰی لِلْقَتْلِ قتل ہی قتل کی پوری طرح نفی کرتا ہے۔ اور یہ محاورہ فصیح ترین شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کے الفاظ بہت مختصر اور معنی بہت جامع ہیں لیکن جب قرآن کریم کی آیت مبارکہ نازل ہوئی تو یہ محاورہ ماند پڑ گیا بلکہ نہ معلوم کہاں مستور ہو گیا۔ اولاً تو یہ دیکھیں کہ آیت مبارکہ کے حروف صرف دس ہیں اور محاورہ کے چودہ۔ دوسرے یہ کہ محاورہ میں صرف یہ اظہار کیا گیا ہے کہ قتل قتل کو زیادہ مٹاتا ہے مگر یہ نہیں بتلایا گیا کہ کونسا قتل قتل کو مٹاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ظلماً قتل کیا جائے تو کیا وہ بھی قتل کو مٹائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ قتل کا فتنہ اور بڑھا دے گا۔

قرآنِ حکیم کی عبارت میں یہ خوبی ہے کہ پہلے ہی بجائے لفظ قتل کے لفظ قصاص استعمال کیا اور قصاص اُس قتل ہی کو کہا جاتا ہے جو مظلوم کی فریادرَسی اور ظالم کی سرکوبی کے لیے کیا جائے۔

محاورہ میں تھا کہ قتل قتل کی زیادہ نفی کرتا ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ قصاص لے لینے میں زندگی ہے یعنی قاتل کی موت سے سینکڑوں ہونے والے قتل رُک جاتے ہیں اور یہ گویا سب پُرخطر زندگی گزارنے والوں کو ایک قسم کی زندگی حاصل ہو رہی ہے۔ یہ مضمون محاورہ کے معنوں سے نہایت بلند ہے۔

یہ قرآنِ حکیم کا اعجاز ہے کہ الفاظ کم اور جامعیت زیادہ ہے۔ ساتھ ہی بعد کی آیتوں میں اپنے بندوں کو عفو کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔

قدم قدم پر حکام کو عدل کا حکم ہے اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو حکم فرمایا تھا کہ غلطی سے سزا نہ دینا بہتر ہے اور غلطی سے سزا دے بیٹھنا بہت بُرا ہے، اس کا خیال رکھو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایرانی حاکم کو گرفتار کر کے لایا گیا، اس کے قتل کا حکم دے دیا گیا۔ اُس نے پانی مانگا۔ پانی لایا گیا، کہنے لگا جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے امان دیں آپ نے منظور فرمایا۔ اُس نے بجائے پانی پینے کے پانی زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ آپ کا وعدہ تھا کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے امان دیں گے۔ یہ پانی زمین سے اُٹھایا نہیں جا سکتا جو میں پیوں لٰہذا مجھے امان رہے گی۔ آپ نے فرمایا

کہ تو نے میرے ساتھ دھوکہ کی بات کی لیکن میں اپنی بات پر قائم رہوں گا۔آپ نے اُسے قتل نہیں کیا پھر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے :

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً (سورۂ نساء)

''جو تم سے سلام علیک کرے اُسے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں''۔

تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایسے لوگوں کو بھی مار دو جو سچ مچ اسلام قبول کر رہے ہوں۔

آقائے نامدار ﷺ نے ایک اِسی قسم کے واقعہ پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت ملامت فرمائی اور بار بار فرماتے رہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ فُلَانٌ (او کما قال علیہ الصلٰوۃ والسلام)

''خداوندا جو کچھ فلاں شخص نے کیا ہے میں اُس سے تیرے دربار میں براءت پیش کرتا ہوں''۔

ہماری کتبِ فقہ میں قانون بتلایا گیا ہے کہ اگر کوئی مجاہد کسی کافر کو دُور سے اشارہ سے بلائے اور وہ اس کے بلانے پر پاس آجائے تو اُسے قتل کرنا جائز نہیں، اسے امان دی جائے گی کیونکہ اگرچہ صراحۃً امان نہیں دی گئی ہے مگر اشارۃً اور بظاہر حال امان دی گئی ہے۔

اسلام نے جملہ مظالم کی بیخ کنی کر دی ہے مثلاً زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور اِسے عین غیرت مندی وحیا خیال کرتے تھے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَابُشِّرَبِہٖ ط اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ . (سورۂ نحل)

''اور جب اُن میں کسی کو بیٹی کی خوشخبری ملے تو سارے دن اُس کا منہ سیاہ رہے اور دل میں گھٹتا رہے، لوگوں سے اس خوشخبری کے برائی کے مارے چھپتا پھرے کہ اس کو ذلت قبول کر کے (زندہ) رہنے دے یا اس کو مٹی میں داب دے۔ دیکھو! کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں''۔

اسلام نے احسان فرمایا کہ ہر سفا کی کا خاتمہ کر دیا۔

ایک صحابی نے ایک مرتبہ آقائے نامدار ﷺ کو واقعہ سنایا کہ میری ایک بچی تھی جو میری غیر موجودگی میں پیدا ہوئی، میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بچہ ہوا تھا اور مر گیا، کچھ مدت بعد ہمارے یہاں ایک بچی آنے لگی جو اِسے بہت مانوس ہوگئی اور میں اُس سے مانوس ہوگیا۔ خود بخود مجھے محبت کا جوش آتا تھا۔ ایک دن میری بیوی نے اتنی محبت دیکھتے ہوئے مجھ سے حقیقتِ حال ظاہر کی کہ جب میں سفر پر تھا تو یہ بچی پیدا ہوئی تھی اور اس خیال سے کہ کہیں میں زندہ درگور نہ کردوں کسی کے یہاں پرورش کے لیے دیدی تھی۔ مجھے یہ حقیقت معلوم ہونے کے بعد فکر لگ گیا کہ کسی نہ کسی طرح اِسے زندہ درگور کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک دن اس کی ماں مجھ پر اعتماد کر کے اسے میرے پاس چھوڑ گئی میں اسے باہر لے گیا اور گہرا گڑھا کھودا۔ اس میں اُسے ڈال کر اُوپر سے مٹی ڈالنے لگا وہ مجھے ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی اور میں مٹی ڈالتا رہا۔ آخری آواز میرے کانوں میں ابا ابا ہی کی آرہی تھی حتی کہ میں نے اسے دفن کر دیا اور چلا آیا۔

یہ واقعہ جناب رسالتمآب ﷺ نے سنا تو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے اس صحابی کو ملامت کی مگر رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں منع فرمایا کہ یہ اپنا دُکھ کہہ رہا ہے اِسے کہنے دو۔

قرآن حکیم نے اُن کی اس عادتِ خبیثہ کو نہایت موثر اور تاکیدی انداز میں پیش فرمایا :

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَىِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. (سورۂ تکویر)

''جب سورج کی دھوپ تہہ ہو جائے اور جب تارے میلے ہو جائیں اور جب پہاڑ ہلائے جائیں اور جب بیاتی اُونٹنیاں چھٹی پھریں اور جب جانور اکٹھے کر دیئے جائیں اور جب دریا جھونکے جائیں اور جب جانیں جسموں سے ملائی جائیں اور جب زندہ درگور بیٹی کے بارے میں پوچھا جائے کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی''۔

بعض جاہل دماغ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے کھانے کے لیے خود میسر نہیں آتا اپنی اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے اولاد کو مار دینا چاہیے۔ فرمایا گیا کہ اس جاہلانہ خیال کو چھوڑ دو۔

وَلَا تَقْتُلُوْآ اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا. (سورۂ بنی اسرائیل)

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مارڈالو، ہم روزی دیتے ہیں اُن کو اور تم کو یقیناً ان کا مارنا بڑی خطا ہے''۔

ان مقدس آیات اور ضوابط کی روشنی میں جہاں قصاص کا حق دیا گیا ہے وہاں قصاص لیا جاسکتا ہے، ساتھ ہی ورثہ مقتول کو حق ہے کہ خون بہا لے لیں یا بالکل معاف کردیں، تعدی (زیادتی) کی جن صورتوں میں کوئی حکم نازل نہیں فرمایا گیا اُن میں حاکم کو تعزیر کا حق ہوگا۔

عزیزانِ ملت! کبھی اس بات پر بھی غور فرمایا کہ دنیا کے حالات کیا سے کیا ہوتے جارہے ہیں؟ چاروں طرف ایک اضطرابِ عظیم پھیلتا جارہا ہے آخر یہ کیوں؟ ہر ایک کام کی ایک وجہ ہوتی ہے اور یہ اضطرابِ عظیم بھی بلاوجہ نہیں، آج کی متمدن دُنیا اور اس کا مطمحِ ارتقاء اسکی ذہنی اور فکری کاوشیں فی الحقیقت تباہ کن نتائج پیدا کررہی ہیں۔

یہ غارت گرانِ امن ایسی ایجادات میں منہمک اور مستغرق ہیں کہ کس طرح ایک لمحہ میں کائنات کی ہر ایک چیز کو پھونک کر تباہ و برباد کیا جاسکتا ہے۔ یہ متمدن اقوام تباہی کو ترقی، ذلت کو عزت، فریب و دجل کو حکمت، ناکامی کو کامیابی، درندگی کو انسانیت سمجھنے والی نہ تو امن لاسکتی ہیں اور نہ امن پاسکتی ہیں۔

حضرات! میرا یہ پیغام تمام عالم کے لیے ایک دعوتِ غور و فکر ہے اور حق تو یہ ہے کہ اس دورِ الحاد میں جہاں موت کو زندگی، ظلمت کو نور اور انتہائی پستی اور تنزلی کو بلندی اور ارتقاء سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ شاید یہ قیامِ قیامت کے اوّلین آثار ہوں۔ میرے احساسات اور مشاہدات نے مجھے مجبور کردیا کہ میں آپ کے دلوں کی گہرائیوں تک اُتر کر خدائے واحد کے ارشادات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں۔ آج اس سرزمین کا ذرّہ ذرّہ میری اس دعوت کا شاہد ہوگا کہ مجھ پر جو فرض عائد ہوتا تھا میں نے حجت تمام کرنے کے لیے اپنا فرض پورا کیا۔ آؤ سب مل کر اس دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے عہد کرلیں کہ خداوندِ قدوس نے ہماری فلاح و بہبود کیلیے جو راہ معین فرمائی ہے، اُس پر گامزن ہوکر تمام عالم کو اس دعوتِ عظیم سے روشناس کرائیں اور دنیا کو اس حقیقت کے منوا لینے پر مجبور کردیں کہ امنِ عالم کے قیام کیلیے صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ اللہ کی آخری کتاب قرآن پاک کی تعلیمات ہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین.